

# الہاد الکافی فی حکم الضعاف

علم الامام

تصنیف لطیف :-  
اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت

# ۱۳ الہاد الکاف فی حکم الضعاف

ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت

ابن باتل کا ثبوت حدیث

پایا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور و متواتر نہ ہو اس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت مند و نہایت صحت پر ہوں ان کے معاملہ میں کلام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، عمدتہ تفارقاتی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں،

حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

مخبر الواحد علی تقدیر اشتغالہ علی جمیع  
المشرائط المذكورة فی اصول الفقہ لایضیہ  
الا لظن ولا عیۃ بالظن فی باب الاعتقاد

مولانا علی قاری منہج الروض الازہر میں فرماتے ہیں : الاحاد لا تغید الا اعتماداً فی الاعتقاد (احادیث  
احاد و بارۃ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔

(ور بارۃ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت و کار نہیں پھر بھی حدیث  
کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہئے، جو در علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے  
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا  
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے  
مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مرآ  
نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں  
یہ اُن کی نادانی ہے علماء محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے  
ہیں، عز و سلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرقاۃ و  
شرح ابن حجر کی و تعقیبات و لالی امام سیوطی و قول مسدود امام عسقلانی کی پانچ جہاتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں  
گزریں، عبارت تعقیبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، ہا اُنکے اُس میں  
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوٹ کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء  
والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی کی قدس سرہ الملک کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملہ المہبوب

علہ ای دلا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ ت)

علہ الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ

علہ مسئلہ امیر مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اجلۃ و رسالہ الاحادیث  
الراویۃ لمذح الامیر معویۃ و رسالہ عرش الاعزاز و الاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الایہواء الواہیۃ فی  
باب الامیر معویۃ وغیرہ میں ہے و فقنا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتعصیفہا و تبیینہا و نفعہا و لبسانہا تصانیف و امۃ  
الاسلام یفہمہا و تفہمہا امین یا عظیم القدرۃ و اسرار الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی سیدنا محمد و آلہ  
وصحبہ و سلم ۱۴ منہ در رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴)

علہ فی فصل الحادی و الثلاثین ۱۲ منہ

لہ منہج الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہوں عن الکبار و الصغائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۷



میں فرماتے ہیں :

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل اصحاب  
متقبلة محتملة علی کل حال متقاطیعها و مراسیلها  
لا تعارض ولا تردد ، کذلک کان السلف  
یفعلون ۔

فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی  
حدیثیں کسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و مانع نہیں مطلقاً  
ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں  
رد کریں ، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا ۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حرز شمسین شرح حصین

میں فرماتے ہیں :

قد اتفق الحفاظ و لفظ الاصحاب قد اتفق العلماء  
علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل  
الاعمال و لفظ الحریض لجواز العمل بہ فی فضائل  
الاعمال بالاتفاق ۔

یعنی بیشک حفاظ حدیث و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ  
فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے ۔  
(ملخصاً)

فتح البین بشرح الاربعین میں ہے :

لانہ ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطی  
حقہ من العمل بہ ، والا لویترتب علی العمل  
بہ مفسدة تحلیل و لا تحریم و لا ضیاع حق  
للغیر و فی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل  
فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلته او کما

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک  
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس  
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر  
عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو  
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

علیہ السلام تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)

علیہ السلام فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ انا رجوان یشکون جمیع ما فیہ صحیحاً ۱۲ منہ (م)

علیہ السلام فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۷۸/۱	مطبوعہ دار صادر مصر	فصل الحادی والعشرون	سہ قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب
ص ۴	مصطفیٰ البابا بی مصر	خطبۃ الکتاب	سہ شرح اربعین للنووی
ص ۲۳	نوٹکشتور لکھنؤ	شرح خطبۃ کتاب	سہ حرز شمسین شرح مع حصین

قال و اشار المصنف رحمه الله تعالى بحكاية  
الاجماع على ما ذكره الى الرد على من سارع  
فيه الخ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے مجھ سے کسی عمل پر  
ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرے اُس کا اجر اُسے حاصل  
ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث  
کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرماتے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع  
علمائے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ  
مقاصد حسنة میں ہے،

قد قال ابن عبد البر انهم يتساهلون في  
الحديث اذا كان من فضائل الاعمال  
امام ممتق على الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں،  
الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل  
الاعمال  
بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علما حدیث میں تساہل  
فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔  
یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا  
بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔  
مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح الالفیۃ للمصنف و تقریب النواوی اور اس کی شرح  
تذریب الراوی میں ہے،

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم  
التساهل في الامانيد الضعيفة ورواية ما سوي  
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان  
ضعفه في فضائل الاعمال وغيرهما مما لا تعلق له  
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك ابن جنبل  
وابن مهيدي وابن المبارك قالوا اذا روينا  
محمد بن وغيرهم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور  
ہے انہما رضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت  
اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے  
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل  
و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک  
وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہو فرماتے جب

عنه ذكره في مسألة تقديمها الاورع ۱۲ من (م)  
صاحب درع و تقری کی تعلیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ من (ت)

۱۔ فتح المبين شرح الاربعين

۲۔ المقاصد الحسنة زیر حدیث من يبلغه عن الله الخ

۳۔ فتح القدير باب الامامة

مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت  
نوریہ رضویہ سکھر

ص ۲۰۵  
۳۰۳/۱

فی الحلال والحرام شد ونا و اذا وسای فی الفضائل  
و نحو ها تساهلنا اھ ملخصا۔  
ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور  
جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے القیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیر واحد  
(یعنی امام ابن مہدی وغیر ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے)، وہاں شارح نے فتح المفیث میں امام احمد و امام ابن مہدی  
و امام ابن المبارک و امام سفین ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو زکریا عسکری و حاکم و ابن عبد البر کے اسما و اقوال  
نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ  
مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔  
تذریل کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی غلام علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں،  
ضعاف و در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معول  
یہا است الخ  
فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس  
میں باتفاق علما ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ

مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ او ابن کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا، اس حدیث کو  
اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ  
اُسی میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے  
لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادۃ ہر قدم فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت  
استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو زکریا نفعا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ کتاب الاذکار المنعجب من کلام الابرار  
یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہما سے  
ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی  
عبد القادر بدایونی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب سیف  
الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام تیس ذکر  
کی ہیں ۱۲ منہ (د) والقیام ۱۲ منہ (د)

حکملہ اول کتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م) یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (د)

۱/ ۲۹۸ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور

۱/ ۲۹۸ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

۱/ ۲۹۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

۱/ ۸۴۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں :

محدثین و فقہاء وغیرہم علمائے فرمایا کہ فضائل اور نیک  
بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں  
حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع  
نہ ہو۔

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرہم  
يجوز ويستحب العمل في الفضائل والتغيب  
والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن  
موضوعاً۔

یعنی یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوجید پھر عارف باللہ سیدی عبد الغنی  
نابلسی نے حدیث تدریج شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرماتے ہیں، امام فقیہ النفس متقن علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں،  
الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت  
ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم علی غنیۃ المستمل فی شرح غنیۃ المصلیٰ میں فرماتے ہیں :

(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے  
ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ  
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد  
رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے  
روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں  
ضعیف پر عمل روا۔

يستحب ان يمسح بدنه بعنديل بعد الغسل،  
لما روت عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان  
للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرقة  
يتنشف بها بعد الوضوء، رواه الترمذی  
وهو ضعيف ولكن يجوز العمل بالضعيف في  
الفضائل۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسیح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں،

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

الضعيف يعمل به في الفضائل الاعمال اتفاقاً

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)  
فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)  
سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عَلَيْهِ اواخر الفصل الثاني من باب الاول ۱۲ منہ (م)  
عَلَيْهِ قبيل فصل في حمل الجنازة ۱۲ منہ (م)  
عَلَيْهِ في سنن الغسل ۱۲ منہ رضي الله تعالى عنه (م)

۱۔ کتاب از ذکا المنتخب من كلام سيدنا ابرار صلوات اللہ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثين مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۷

۲۔ فتح القدیر فصل فی الصلاة علی الميت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

۹۵/۲

ص ۵۲

۳۔ غنیۃ المستمل شرح منیۃ المصلی سنن الغسل سہیل اکبیدی لاہور

ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او  
سنة۔  
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں  
گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام حلیل جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ طلوغ الشریعہ کا ظہار کا فضیلت میں فرماتے ہیں،

استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النودوی نظر الی  
ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل  
الاعمال۔  
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے  
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے  
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال ودائی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم میں فرماتے ہیں،

الذی یصلح للتقویٰ علیہ ان یقال اذا وجد  
حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل  
الحرمة والکراہیة یجوز العمل بہ ویستحب  
لانہ مأمون الخطر و مرجو النفع۔  
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت  
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت  
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے  
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف  
ہی سی۔

اقول وبالله التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ نقلہ بعض العصریین وهو فیما نوی ثقتہ فی النقل ۱۷ من (م)

عہ نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباچۃ  
حدیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داود حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث و  
للمحقق ہہنا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصاً ونازعاً بما ہو منازع فیہ والوجہ مع المحقق فی  
عامۃ ما ذکرنا لا لا خشیۃ الاطالۃ لآیتنا بکلاهما مع مالہ وعلیہ ولكن سنشیروا ان شاء اللہ تعالیٰ  
فی احوں لیسیر یظہر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ص ۶۳

۱۹۱/۲

۳۳/۱

مطبوعہ مجتہبائی دہلی

دار الفکر بیروت

مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

۱۷ مضرعات کبیر حدیث مسح الرقبة

۱۸ الخاوی للفتاویٰ خفیا

۱۹ نسیم الریاض شرح شفاء دیباچہ



ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت و انعدام نہیں شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاہرم و رد حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح ماننے کے حدیث کی طرف اسناد و تحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استجاب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ مجلسی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و مثبت استجاب قرار دیا اور امام محمد محمد بن ابی امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولیت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استجاب و ہذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں،

الجمہور علی العمل بالحديث الضعیف الذی  
لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فهو فی ابقاء  
الاباحة السی لم یتم دلیل علی انتفاؤها  
كما فیما نحن فیہ اجدہ

امام ابو طالب مکی قوت القلوب رحمہ اللہ میں فرماتے ہیں،

الحديث اذ لم ینافه کتاب او سنة وان لم  
یشهد له ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع  
الامة، فانه یوجب القبول والعمل لقوله  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد  
قیل

جمہور علماء کا مسک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف  
غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت  
فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی لفظی پر  
ویل تمام نہ بنی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو  
اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ ملے،  
تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے  
قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور مقرر عالم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا  
حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

علہ سنن الفضل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ (م)  
علہ فی الفصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)

سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)  
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ علیہ الحلی شرح منیہ المصلی

لہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعة المبینة مصر ۱۴۰۱ھ

اور میں کتاب و سنت و اجماع اُمت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

**اقول اما قوله قدس سره یوجب**

فكانه يريد التاكيد كما تقول لبعض اصحابك  
حقك واجب على فقال في الدر المختار لا  
المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم او ان ملحقه  
الى ما عليه السادات المجاهدون من الائمة  
والصوفية قد سئل الله تعالى باسرارهم الصفية  
من شدة تعاهدهم للمستحبات كانها  
من الواجبات وتوقيهم عن المكروهات بل و  
كثير من المباحات كانهم من المحرمات او ان  
هذا هو المذهب عنده فانه قدس سرهما  
فيما نرى من المجتهدين وحق له ان يكون  
منهم كما هو شان جميع الواصلين الى عين  
الشرعية الكبرى وان انتسبوا ظاهرا الى احد  
من ائمة الفتوى صلوات الله عليهم اجمعين باللفظ  
سیدی عبد الوهاب شعرانی فی المیزان والله  
تعالی اعلم بسرائر اهل العرفان۔

**اقول** امام ابو طالب مکی قدس سره کے قول  
"یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے  
قرض خواہ سے کہہ کر تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ در مختار  
میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع  
واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس  
مسئلہ کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات  
ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے  
لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح  
پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے  
بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا  
وہ محرمات ہیں یا ان (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے  
کیونکہ ہم آپ قدس سره کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں  
ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا  
مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو  
پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہر اپنا انتساب کسی امام  
فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ

سیدی عبد الوهاب شعرانی نے میزان میں تفصیل گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر  
بہتر جانتا ہے۔ (ت)

عجلہ آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

عجلہ فی فصل فان قال قائل فهل يجب عندكم على المقلد الخ وفي فصل ان قال قائل كيف الوصول الى الاطلاع  
على عين الشريعة المطهرة الخ وفي غيرهما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱/۱۱۷ مطبوعہ مجتہدین دہلی باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) ۱/۲۲  
۱/۲۲ فصل ان قال قائل كيف الوصول الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر





فرماتے ہیں :

ما جاءكم عنى من خير قلته اولم اقله فافى ا قوله  
وما جاءكم عنى من شرفافى لا اقول الشر

تھیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی  
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات  
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں :

ما قيل من قول حسن فانا قلته۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے  
فرمائی ہے۔

عقلمی کی روایت یوں ہے :

خذوا به حدثت به اولم احدث به

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو  
یا نہیں۔

وفى ابواب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضى الله  
تعالى عنهم ( اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ )  
خلمی اپنے فرزند میں حمزہ بن عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

مرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
فى التومنى الحجر فقلت باى انت و اقم  
يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من  
سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث  
مرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب  
وان كانت الحديث باطلا فقال  
اى و رب هذه البلدة انه لمع و

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو  
خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ  
میرے ماں باپ حضور پر قربان ہیں حضور سے حدیث  
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی  
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس  
حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عز و جل اسے  
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

انا قلتہ علیہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب  
کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے منہ مائی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔  
ابویعلیٰ اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلة فلم یصدق بہا لم یثلمہا۔  
جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے  
اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو نعیم ابن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا،

اہل الحدیث بجماعتہم یتساہلون فی الفضائل  
تمام علمائے محدثین اہل حدیث فضائل میں نرمی فرماتے  
فیروونہا عن کل وانما یتشددون فی احادیث  
ہیں انھیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں  
الاحکام۔  
احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے  
نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث و لفاظیت سند کے جیسے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت اس نفع  
کو پہنچے ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔  
فقول الحدیث وان لم یکن ما یلغہ حقاً و نحوه  
انما یغنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و  
تو حدیث کے یہ الفاظ "اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق  
نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ "اس سے مراد  
ہذا واضح جدا افتتبت ولا تمزل۔ نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو،  
اور جو اس عطاءے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عز و جل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے،  
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عز و جل و ملا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ  
انا عند ظن عبدی بئ (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری و مسلم  
والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ والحاکم وبعثاء عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

لہ فوائد لغنی

مطبوعہ دار القبلة لثقافت الاسلامیہ جہدہ سعودی عرب ۳۸۴/۳

۱۔ مسند ابویعلیٰ انس بن مالک حدیث ۳۴۳۰

۲۔ کتاب العلم لابن عبد البر

۳۵۴/۲

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۔ الصغیر لمسلم کتاب التوبہ

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معنائاً سے روایت کیا۔ ت)  
 دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن فی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجه  
 الطبرانی فی التکبیر والحاکمون واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے  
 معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثل بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا  
 تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) رواہ الامام احمد عن ابی ہریرۃ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وانبو نعیم فی المحلیۃ  
 عن واثلة رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حس سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابو نعیم نے علیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)  
 جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزوجل اسے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ  
 اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولی والاخرۃ  
 افادۃ نوزدہم (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر سلیم  
 ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغفکر کہ سند میں  
 کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا  
 معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو عمر علی الدین شہر زوری میں ہے،

اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک  
 قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون  
 صدقاً فی نفس الامر وانما المراد به لو یصح  
 اسنادہ علی الشرط المذكور۔  
 محمد بن جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے  
 فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث  
 غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد  
 ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے  
 صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے،

اذا قبل حدیث ضعیف، فمعناه لم یصح  
 له المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ  
 ۲۳۰/۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان  
 ۳۹۱/۲ " بیروت  
 ص ۸ فاروقی کتب خانہ ملتان  
 ۱ مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ  
 ۲ مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح



اسنادہ علی الشرح المذكور کلا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب<sup>۱</sup> اھ ملخصاً۔  
 اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اھ ملخصاً۔  
 (تصحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو و بالعکس) محقق حیث اطلاق قطع میں فرماتے ہیں،

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ہو باعتبار السند ظناً ما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف۔  
 حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔  
 اسی میں ہے،

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث مع تجویز کونه صحیحاً فی نفس الامر فیجوز ان یقتن قرینة تحقق ذلك، وان الراوی الضعیف اجاد فی هذا المتن المعین فی حکم بہ۔  
 ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابِت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت یا وصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے،

المحققون علی ان الصحة والحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال  
 محققین فرماتے ہیں صحت و حسن و ضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

علہ مسألة التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

علہ مسألة السجود علی کور العمامة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۔ تدریب الراوی شرح تقریب الزاوی النواع الاول الصحیح مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۵۹ تا ۷۹  
 ۲۔ فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹  
 ۳۔ باب صفة الصلاة مطبوعہ " " " ۱/ ۲۶۶

کون الصحیح موضوعاً و عکسہ کذا افسادہ الشیخ ابن حجر المکی۔ اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے اسنادہ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب اکملہ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ بآسراہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و معتمد بناتے اور بصیغ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علمائے زہر و دفاتر میں کہیں نہ پاتے، ان کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر مبینوں کو نفع دینا درکنار اُن کے باعث طعن و وقعت و جرح و ابانت ہو جاتے، حالانکہ العقلمند و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ و اعلم باللہ و اشد ترقیباً فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرتے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب کل حزب یصلہ الیہم فرحون، و سر بک اعلم بالمستدین۔

میزان مبارک میں حدیث، اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کے نسبت فرماتے ہیں، هذا الحدیث و ان کان فیہ مقال عند المحدثین اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق هذه المیزان ۱۲ من (د)۔

۱۰ موضوعات کبیرہ لعل علی قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شیء ۱۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸

۱۲ القرآن ۲۳/۵۴ و ۳۰/۳۲

۱۳ القرآن ۶۸/۴ و ۱۶/۱۵۲ و ۶/۱۱۷

۱۴ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء ۱۵ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰/۱

فہو صحیح عند اہل الکشف

کشف الغم عن جمیع الامر میں ارشاد فرمایا،

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق ، کما یطہر الثوب بالماء ، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفس سبعین باباً من الرحمة ، والقی اللہ مجبته فی قلوب الناس فلا یغضبه الا من فی قلبہ نفاق ، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث والذی قبلہ روینا ہما عن بعض العارفين عن الخضر علیہ الصلاة والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلی درجات الصحة وان لم یشبھما المحدثون علی مقتضى اصطلاحہم۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ علی محمد" اس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عز و جل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انہوں نے سیدنا خضر علیہ الصلاة والسلام انہوں نے حضور پر نور سید الدنام علیہ افضل الصلاة و اکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انہیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں،

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الہی عز و جل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرت الحق جل و علا فکذا لک یقال فیما

علہ آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ من روضة القضاة  
علہ فصل فی بیان استحالة خروج شی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ من

لہ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الی مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۰/۱  
علہ کشف الغم عن جمیع الامر فصل فی الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۵/۱



نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے متکین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتاً عن میت و اخذنا علمنا  
عن الحی الذی لا یموت۔ تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرائی فی کتابہ المبارک  
الفاخر الیواقیت و الجواہر آخر المبحث السابع  
والاربعمین۔ اے سیدی امام شعرائی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت و الجواہر کی سینٹا لیسویں بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملہ والدین شیعہ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صنف کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث و السبعین من الفتوحات  
الملکیۃ الشریفیۃ الالہیۃ الملکیۃ و نقلہ فی  
الیواقیت ہنا۔ جیسا کہ انہوں نے فتوحات الملکیۃ الشریفیۃ الالہیۃ الملکیۃ کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملہ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامة عبد الوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاء قلبت شرف بمطالعتہ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل و فائدہ کہ

عہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ص)

۴۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابائی مصر	لہ میزان الکبریٰ فصل فی استحالۃ خروج شیء من اقوال المجتہدین الخ
۹۱/۲	" " " "	لہ الیواقیت و الجواہر باب الثالث و السابع و الاربعین
۸۸/۲	" " " "	لہ " " " "
۴۴/۱	" " " "	لہ میزان الکبریٰ فصل فی استحالۃ خروج شیء الخ

بمناست مقام بھدا اللہ تعالیٰ نفع رسائی برادران دین کے لیے حوالہ قلم ہوا لوح دل پر نقش کر لینا چاہئے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم سے

خلیلی قطاع الضیاء فی الحب العقی

کثیر وادباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت) بات دو پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلان حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہان نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقصد ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تثبت ولا تکن من المتعصبین (اسے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی و ضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھل میں سونے کی موٹی سے عرق بید مشک یا استیسی پر انگلی سے شہد میں سخی بلین کر کے چنا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے اس کا استعمال جہلاً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھر سے گا قریب ہے کہ بے عقل کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق شقیع سے تریاقِ یصیح یا متحدائے گانزیدہ مارگزیدہ دوا پائے گا، بیمنہ یہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرعِ مطہرنے ان افعال سے منع نہ کیا، قراب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا اھل تربصون بنا اکا احدی الحسنین (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادہ ۲۰ (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو) مقاصد شرع کا مارت اور کلماتِ علماء کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر علیہ السلام و انوار العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوار مجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استجاب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزیع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا :

کیف وقد قيل: (کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) (سواء البخاری عن عقبہ بن عقبہ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
دع ما یریبک الی ما یریبک۔

فرمایا : جس میں شبہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں :

اسے امام احمد، ابوداؤد الطیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔

(ت)

سواء الامام احمد و ابوداؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والمحاکم وصحاحہ وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن امام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند قوی و ابونعیم فی المحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورثِ ظن نہ ہو مورثِ شبہہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابقی ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه  
و من وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي

جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کر لی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے



حول الحمى يوشك ان ترفع فيه الاوان بكل ملك  
حمى الاوان حمى الله محاسنہ

رہنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رہنے کے اندر  
چراگے، سن لو ہر پادشاہ کا ایک رونا ہوتا ہے، سن لو  
اللہ عزوجل کا رونا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔  
اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (د)

رواہ الشيخان عن النعمان بن بشير رضي الله  
تعالى عنهما۔

امام ابن حجر کی نے فتح المبين میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا :

رجوعهما الى شئ واحد وهو النهي التنزيهي  
عن الوقوع في الشبهات۔

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ  
کی بات میں پڑنا خلاف اولیٰ ہے جس کا مرجع کراہت  
تنزیہیہ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان يك كاذبا فعليه كذبه وان يك صادقا  
يصبك بعد الذي يعدك۔

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے  
اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت  
جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

بمحد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب شریف میں فرمایا :

ان الاخبار الضعاف غير مخالفة الكتاب و  
السنة لا يلزمنا رد هابل فيها ما يدل عليها۔  
ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں ان کا  
رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث ان کے قبول  
پر دلالت فرماتے ہیں

لاحرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارہ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

اکیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (د)

عہ فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ من (د)

ص ۱۳	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب فصل من استبرأ لینه	صحیح البخاری
۲۸/۲	" " " " " "	باب اخذ الحلال وترك الشبهات	مسلم شریف
۲۸/۴	القرآن		فتح المبين شرح الربيعين
۱۴۴/۱	مطبوعہ دارصادر بیروت	باب تفضيل الاخبار الخ	قوت القلوب

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا:

اما الاحکام کالاحلال والحرام والبیع و  
النکاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فيها الا  
بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون في  
احتياط في شئ من ذلك كما اذا ورد حديث  
ضعيف بکراهة بعض البيوع او الاکحة فان  
المستحب ان يتنزه عنه ولكن لا يجب له

یعنی محدثین و فقہاء وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال و حرام  
بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث  
صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مراحق  
میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی  
کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے  
کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ويعمل بالضعيف ايضا في الاحكام اذا كان  
فيه احتياط

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اس  
میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بين الاذان والاقامة يكون  
في كل الصلوة لما روى الترمذي عن جابر  
رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى  
الله تعالى عليه وسلم قال ليلال اذا اذنت  
فتوسل واذا اقامت فاحدروا جعل بين  
اذانك واقامتك قدرا ما يفرغ الاكل من  
اكله في غير المغرب والشارب من شربه

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً  
سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان  
کھڑے ٹھہر کر کہا کر اؤر کبیر علیہ جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ  
رکھ کہ کھانیا کھانے سے (مغرب کے علاوہ) اور پینے والا پینے اور  
فرورہ والا قضاے حاجت فارغ ہو جائے، یہ حدیث

علہ فی شرح الخطبة حيث اسند الامام المصنف حديث من شئ عن علم فكهة الحديث ۱۲ من

علہ فی فصول سنن الصلاة ۱۲ من

علہ قوله في غير المغرب هكذا هو في نسخة الغنية وليس عند الترمذي بل هو مدرج فيه نعم هو تاويل من  
العلماء كما قال في الغنية بعد ما نقلنا قالوا قوله قدرا ما يفرغ الاكل من اكله في غير المغرب من شربه في المغرب

نسیم الریاض شرح الشفار تتمہ قاعدہ مہمہ فی شرح الخطبة مطبعة دار الفکر بیروت ۲۲/۱

تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۲۹۹/۱

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم  
اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر غسل روا ہے۔

تفہیم (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ،

من احتجم يوم الاربعاء ويوم السبت فاصابه برص فلا يلومن الانفسه  
جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سپیدارغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لائل و تعقیبات میں مسند الفردوس دہلی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابي يقول سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر بن مطر النيسابوري قال قلت يوم ما ان هذا الحديث ليس بصحيح فافتصدت يوم الاربعاء فاصابني البرص فرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت اليه حال فقال اياك والاستهانة بخديتي فقلت تبنت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر خیشا پوری کو قصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصدے لی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاک والاستهانة بخديتي (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انہوں نے توبہ کی

علہ امام ترمذی نے فرمایا، ہو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

علہ او اخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م) کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر

کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ باب الجنائز ۱۲ منہ (م) باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

سہ غنیۃ المستمل فصل سنن الصلاة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷ - ۳۷۶

سہ الکامل لابن عدی من ابۃ اسمعین عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ شیخوپورہ ۱۳۴۶/۴

سہ اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۳۶۸/۳





صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا، تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہربانی الاکہ والابرص محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کو پناہ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کرونگا (۴)۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: قص الاظفار وتغلیسها سنة وورد النہی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البوص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنہی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البوص من ساعته قرأی النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامہ فشرک الیہ فقال له الم تسمع نہی عنہ، فقال لم یصح عنہی فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انه سمع، ثم مسح بدنه بیدہ الشریفۃ، فذهب ما بہ فتاب عن مخالفۃ ما سمع ثم (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے تم ہو گا ہے) یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں، ورو فی بعض الآثار النہی عن قص الاظفار

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کٹوانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ بھی الی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کٹوانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفارہ یوم الاربعاء، فتذکر ذلک، فترک، ثم سرائی ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنہ النہی فقصرها، فلحقه ای اصابہ البوص، قرأی النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نہی عن ذلک، فقال یا رسول اللہ لو یصح عنہی ذلک فقال

يَكْفِيكَ اِنْ تَسْمَعُ ، ثُمَّ مَسَحَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَلَىٰ بَدَنِهِ فَرَزَّ اَلْبَرُّ جَمِيعًا ، قَالَ ابْنُ الْحَاجِ  
رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَجَدَّدَتْ مَعَ اللّٰهِ تَوْبَةً اِنِّى  
لَا اَخَالِفُ مَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۱۔

سزا کرد و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تو نے  
نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے ؛ عرض کیا  
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! وہ حدیث میرے  
نزدیک صحیح نہ تھی ، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی  
کافی ہے ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابن الحجاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس  
بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)  
سُبْحَانَ اللّٰهِ ! جب محلِ احتیاط میں احادیثِ ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول ، تو فضائل تو فضائل  
ہیں ، اور ان فوائدِ نفیسہ حلیہ مفیدہ سے بجز اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث  
اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں ۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت  
کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوتیں ، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عز و جل تعظیمِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کی توفیق بخشنے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے ، آمین !

**افادۂ لبست وکم** (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں)  
بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استتباب یا موضعِ احتیاط میں حکمِ تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہ ہارِ زمانہ  
اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو ، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف  
ہی کا درود ان احکامِ استتباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کافی ہے ، افاداتِ سابقہ کو جس نے ذرا بھی جگوش ہوش استماع کیا ہے  
اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن ۔ مگر ازانجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاً حقی کے لیے چند تنبیہات  
کا ذکر مستحسن ۔

**اولاً** کلماتِ علمائے کرام میں با آنکہ طبقہ قطبۃ اُس جو ش و کثرت سے آئے ، اس تصدیقِ بعیدہ کا کہیں نشان  
نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کر لینا کیونکر قابلِ قبول ۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اُس کے خلاف ، مثلاً عباراتِ اذکار وغیرہ خصوصاً عباراتِ امام ابی الہمام  
جو نص صریح ہے کہ ثبوتِ استتباب کو ضعیف حدیث کافی ۔

**اقول** بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے  
بچنا مستحب ہے واجب نہیں ۔ اس استتباب و انکارِ وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح  
نہ آئی کہ وجوب ہوتا ، تنہا ضعیف نے صرف استتباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و اجل کلامِ امام ابو طالب کی ہے اس



میں تو بالقصد اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً علمائے فقہ و حدیث کا علمدراآمد قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جابجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔  
اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جہالت امام زکریا و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اثنی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقہان صحت سے مشروط فرمایا ہے،

قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلاۃ والسلام ان  
سرکم ان تقبل صلا تکم فلیؤمکم خیام فان  
صح و الا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ  
فی فضائل الاعمال لہ

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی  
ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول  
ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ  
روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (ت)

(۴) نیز امام مدوح نے تجنیز و تکفین قرہی کا فرق کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انہیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل  
کریں بعد غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شی من طرق علی

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے  
طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے  
ثابت ہو جاتا ہے۔

حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرہ  
والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع لہ

(۵) غسل کے بعد استحباب منہل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علیؒ کی۔

(۸) استحباب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادۂ ہند ہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ علیؒ کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحاوی کے اقوال افادۂ لبستم میں زیور گوش سامعین ہیں۔

یہ دلائل تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطاعت نہ ہو تو تنہا دو سو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اظہار بنا کے۔

**رابعاً، اقول** نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہند ہم و لبستم کو دیکھتے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مسامحت فرماتے ہیں؛ سنا بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کما لا یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحب عقل دوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

**خامساً، اقول** وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ ہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

**اولاً** اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصصح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کر دیتا ہے؟ ہذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے روع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفع کہ جب صحیح عمل و ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول یہ ہونا کہاں!

**ثالثاً** بعبارۃ اخری اظہر و اجلی (ایک سری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہرِ نبویؐ خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کیوں گے یا نورِ شمس میں! حظ

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ مجھ بد سہا  
(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لا جرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارہ فضائل کافی و دوافی .

(تحقیق المقام وازاحة الاوهام)

ثم اقول تحقيق المقام وتنقيح المرام بحيث يكشف الغمار ويصوّف الاوهام ان المسألة تدور بين العلماء بعبارة تين العمل والقبول اما العمل بحديث فلا يعني به الا امتثال ما فيه تعويلا عليه والجري على مقتضاه نظر اليه ولا بد من هذا القيد الاترى ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل لا مريه في الصحيح لا يكون هذا عملا على الموضوع واما القبول فهو وان احتمل معنى الرواية من دون بيان الضعف فيكون الحاصل ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على تقدير صحته انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشاء لا يجاب اظهار الضعف في الاحكام الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ فلوله يسغ في غيرها ايضا لكان ساوها في الايجاب فدارا لا مرفى كذا العبارتين الى تجويز المشي على مقتضى الضعاف في ما دون الاحكام فالتضح ما سند للنابه خامسا وانكشف الغلام هذا هو التحقيق بيد ان ههنا رجلين من اهل العلوس لت اقدار اقلدهما فحملا العمل والقبول على ما ليس بمراد ولا حقيقا بقبول .

(تحقیق مقام وازالة اوهام)

ثم اقول اب تم تحقيق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ بتائے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحديث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل نہ ہوگا قبول بالحديث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحديث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحديث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں جہات میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے



اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انہوں نے عمل بالمحدیث اور قبول بالمحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ خواجه رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا عمل دہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہما: احکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

أحد هما العلامة الفاضل الخفاجي رحمه الله تعالى حيث حاول الرد على المحقق المدواني وأدهم بظاهر كلامه أن محله ما ذاروى حديث ضعيف في ثواب بعض الأمور الثابت استجابها والترغيب فيه أوفى فضائل بعض الصحابة أو الأذكار الماثورة قال ولا حاجة إلى لتخصيص الأحكام والأعمال كما توهم للفرق الظاهر بين الأعمال فضائل الأعمال اھ

اقول لو أن الفاضل المدقّق خالف المحقق لكان لكلامه معنى صحيح، فإن الثبوت أعم من الثبوت عيناً وباندمراج تحت أصل عام ولو اصاله الإباحة فإن المباح يصير بالنية مستحباً ونحن لا نشك أن قبول الضعيف مشروط بذلك كيف ونولاه لكان فيه ترجيح الضعيف على الصحيح وهو باطل وفقاً لقلو أراد الفاضل هذا المعنى لأصحابه وسلم من التكرار في قوله أو الأذكار الماثورة لكنه رحمه الله تعالى بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد كان المحقق إنما عول على هذا المعنى

اقول کاش فاضل مدقّق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے اگر فاضل مدقّق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "أو الأذکار الماثورة" کے تکرار سے محفوظ ہو جاتے لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

الصحيح حيث قال المباحات تصير بالذينة  
عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستحباب لاجل  
الحديث الضعيف الحاصل ان الجواز معلوم من  
خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد  
الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط  
في امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث  
الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصار  
الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط  
معلوم من قواعد الشرع لله ملخصا فالظاهر  
من عدم ارضائه انه يريد الثبوت عينا بخصوصه  
ويؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال وفضائلها  
فان اراده هذه جنود براهين لا قبل لاحد بها  
وقد اناك بعضها.

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات  
نیست سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال  
ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے  
شہد ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے  
اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے  
جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس  
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا  
بلکہ حدیث استحباب کا شہد پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً  
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب کج عمل قواعد شرع سے  
معلوم ہوا ہے اور مخلصان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر  
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف عینی یا ہے اور اس  
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال  
اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں  
نے یہی مراد لیا ہے تو یہ لائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عنه ويكدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بين  
فضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر  
من كلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال  
وسائر فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق  
له بالاحكام والعقائد هذه اوضح ما قيل، اقول  
بل المراد به بفضائل الاعمال الاعمال الحميدة هي  
فضائل تشهد بذلك كلمات العلماء السادة في  
الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقاري و  
السيوطي وغيرهم كما لا ينه عن علم من له اولى  
مسكة ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات میں اضافہ  
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں،  
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب  
ترغیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام  
عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول  
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں  
جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ مترجمین افادہ میں  
گزارا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال  
اور یہ بات ہر اس شخص پر معنی نہیں جس میں ادنیٰ سا  
شعور ہو ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

سنن الترمذی العلوم للہدوانی

علی انی اقول اذن یرجع معنی العمل  
بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص  
علی عمل مخصوص ای یجوز العمل بشئ مستحب  
معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص  
الثواب لو رد حدیث ضعیف فی الباب فالآت  
نسأکم عن هذا الرجاء اهو کشلہ بحدیث صحیح  
ان ورد امروءه الاول باطل فان صحة  
الحديث بفعل لا یجبر ضعف ما ورد فی الثواب  
المخصوص علیہ وعلی الثانی هذا القدر من  
الرجاء یکفی فیما الحدیث الضعیف فای حاجة  
الی ورود صحیح بخصوص الفعل نعم لابد ان  
یکون مما یجیز الشرع من رجاء الثواب علیہ و  
هذا حاصل بالاندر ارج تحت اصل مطلوب او  
مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان  
الوجه مع المحقق الدوائی واللہ تعالی اعلم۔

کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا تو اب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوائی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثانیہما بعض من تقدم الدوائی منعم  
ان مراد النووي ای بما مر من کلامہ فی الاربعین  
والا ذکر انہ اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی  
فضیلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث  
الضعیف فی هذا الباب قال المحقق بعد نقلہ  
فی الا نسودج لا یخفی ان هذا لا یرتبط بکلام النووي  
فضلا عن انیکون مراده ذلك ، فکد بین جواز  
العمل واستجابہ و بین مجرد نقل الحدیث  
فرق، علی انہ لو لم یثبت الحدیث الصحیح و

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں اتہائے گفتگو کے بعد  
اب غل کا معنی عمل مخصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے  
یعنی شئی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور  
اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے  
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب  
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی  
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر  
وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی پہلی صورت باطل ہے  
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں  
ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد  
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث  
ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث  
صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی ہاں یہ بات ضروری  
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس  
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب  
ان میں سے دوسرے دوائی سے پہلے کے کچھ لوگ  
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور  
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ  
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا  
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا  
روایت کرنا جائز ہے، محقق دوائی نے ان فروع العلوم  
میں اسے نقل کرنے کے بعد کچھ محض نہ رہے کہ اس علم کا  
امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہو جائیگا یہ  
انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل استحباب عمل اور محض نقل حدیث



الحسن في فضيلة عمل من الأعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها ، لا سيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع ادنى تتبع اه  
مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تصور اس مطالعہ بھی کیا ہے اہ دت

**اقول** لا اري احدا ممن ينتهي الى العلم ينتهي في القيادة الى حد يجلس رواية الضعاف مطلقا حتى مع بيان الضعف فان فيه خسقا لاجماع المسلمين وتاثيرا بينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لا سيما مع التنبيه على ضعفه ، ليس في محله والآن نعود الى تزيف مقالته فنقول **اولا** هذا الذي ابدى ان مسلم و سلم لم يتمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقا فمجرد رواية حديث لو كان عملا به لزم ان يكون من مروى حديثا في الصلاة فقد صل اوف الصوم فقد صام وهكذا مع ان الواقع في كلا الامام في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار اليه الدواني بقوله ان هذا لا يرتبط الا

کے درمیان فرق ہوتا ہے ، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے ، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تصور اس مطالعہ بھی کیا ہے اہ دت

**اقول** میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہر قدر درست نہ ہو دانی کا قول لا سيما مع التنبيه على ضعفه۔ بحسب انہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں **اولا** اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کہہ کر نیوٹے روزہ بھی رکھا ہو ، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا يرتبط الا

و ثانیاً اقول قد بینا ان القبول  
انما مرجعه الی جواز العمل و حیثیۃ یکی فی  
ابطاله دلیلنا المذكور خامساً مع  
ما تقدم۔

و ثالثاً اذن یکون حاصل التفرقة  
ان الاحکام لا یجوز فیہا رواۃ الضعاف  
اصلاً و لو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح  
اللهم الا مقرونة ببيان الضعف اما مادونها  
كالفضائل فتجوز اذا صح حدیث قید بمخصوصه  
والالا ببيان و ح ما ذای صنف بالوف مؤلفه  
من احادیث مضعفة رویت فی السیر و القصص  
و المواقظ و الترغیب و الفضائل و الترہیب  
و سائر ما لا تعلق له بالعقد و الحکم مع  
فقدان الصحیح فی خصوص الباب و عدم  
الاقتران ببيان الوهن و هذا ما اشار الیه  
الدواني بالعلوۃ۔

اقول دع عنك توسع المسانید  
التي تستدکل ما جاء عن صحابی  
و المعاجیم التي توعی کل ما وعی عن  
شیخہ بل و الجوامع التي تجمع  
امثال ما فی الباب و ردہ ان لم یکن  
صحیح السند ہذا البجل الشامخ البخاری  
یقول فی صحیحہ حدثنا علی بن عبد اللہ  
بن جعفر ثنا معن بن عینی ثنا ابی بن  
عباس بن سهل عن ابيه عن جده

ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم صحیحے بیان کر آئے ہیں  
کہ قبول کا مرجع جواز عمل ہے تو اب اس کے  
ابطال کے لیے خامساً سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکورہ  
گشتگو کے کافی ہے۔

ثالثاً اب حاصل فرق یہ ہو گا کہ احکام کے  
بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جواز نہیں  
اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو  
مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان  
کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی  
مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت  
جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف  
کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزار باب کتب کیا بنے گا جن میں  
ایسی احادیث ضعیفہ مروی ہیں جو سیر، واقعات،  
وعظ، ترغیب، ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا  
تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص  
اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا  
ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوائی نے  
علوۃ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے  
روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث  
کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو باب میں وارد شدہ احادیث  
میں علی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے  
عظیم ہار اما البخاری صحیح میں کہتے ہیں ہیں علی بن عبد اللہ بن جعفر  
نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عینی نے حدیث بیان کی ہیں  
ابن عباس بن سهل نے اپنے باپ سے اپنے دادا حدیث بیان کی فرمایا

قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في  
حائطنا فرس يقال له الخيف <sup>عنه</sup> في تذهيب  
التذهيب للذهبي ابى بن عباس بن سهل بن  
سعد الساعدي المديني عن ابيه و ابى بكر بن  
حزم وعنه معن القران و ابن ابى فديك وزيد  
بن الحباب و جماعة قال الدوكلا بن ليس  
بالقوي قلت وضعفه ابن معين و قال احمد  
منكر الحديث اه و كقول الدوكلا بن قال النسائي  
كما في الميزان ولم ينقل في الكتابين توثيقه عن  
احد و به ضعف الدارقطني هذا الحديث لاجرم  
ان قاله لم يحفظ فيه ضعف قال ماله في البخاري  
غير حديث واحد اه قلت فانما الظن بابى  
عبد الله انه انها تساهل لان الحديث

عنه قلت و اما اخوه المهيم فاضعف و اضعف  
ضعفه النسائي و الدارقطني و قال البخاري منكر  
الحديث اى فلا تحل الرواية عنه كما مر لاجرم ان  
قال الذهبي في اخيه ابى انه و اه ۱۲ من رضى الله تعالى  
عنه - (م)

له صحيح البخاري باب اسم الفرس و الحمار  
له غ سے بخاری آت سے ترمذی اور ق سے قرظینی مراد ہے ۔  
له خلاصة تذهيب التذهيب ترجمہ ۳۲۷ من اسم ابی  
له ميزان الاعتدال في نقد الرجال ترجمہ ۲۴۳ من اسم ابی  
نوٹ : تذهيب التذهيب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور ميزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے ۔  
شہ تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی  
مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ  
میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام الخيف تھا احد  
امام ذہبی نے تذهيب التذهيب میں لکھا کہ ابی بن عباس  
بن سهل بن سعد الساعدي مدنی نے اپنے والد گرامی اور  
ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القران ،  
ابن ابی فديك ، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے  
روایت کیا ، دو لابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہیں کہتا  
ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے  
نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا  
قول دو لابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس  
کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں ، دارقطنی نے  
اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ۔ لاجرم  
حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبدالمہیم ہے اور وہ  
اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے  
ضعیف کہا ، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے  
روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے  
بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے (دستا)

۳۰۰/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۶۲/۱ مکتبہ اثیریہ سانگلہ مل

۴۸/۱ دار المعرفۃ بیروت

ص ۱۷



لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔

نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ورابعا قول قدشاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواہد فالقول بمنعہ فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحيح باطل صریح روح یرتفع الفرق یرتفعہم اساس المسئلة المجمع علیہا بین علماء المغرب والشرق، لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذین الجبلین الشائخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطہما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمہ شرحہ لصحیح مسلم عاب عابون مسلما رحمہ اللہ تعالیٰ بروایتہ فی صحیحہ عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقة الثانية الذین یسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجہ ذکرہا الشیخ الامام ابو عمر وابن الصلاح (الی ان قال) اثانی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواہد لانی الاصول وذلك بان یدکر الحدیث اولاً باسناد نفیس رجالہ ثقات ویجعلہ اصلاً ثم اتبعہ باسناد اخر او اسانید فیہا بعض الضعفاء علی وجہ التکید بالمتابعة اول زیادة فیہ تنبیہ علی فائدة فیما قدمہ وقد اعتذر المحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة والا ستشہاد فی اخراجه من جماعة یسوم من شرط

بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریحاً باطل ہے، اور اس صورت میں فرق قریب ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر ختم ہو جاتی ہے یہ میں اسس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پستار بخاری و مسلم کی صحیحین کردہ اصول سکھادہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزیل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابو عمر و ابن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنہیں بطور متابع اور شواہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد  
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر  
العمرى والنعمان بن راشد الخرج مسلم عنهم  
في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى وقال  
امام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة  
القارى شرح صحيح البخارى يدخل في المتابعة  
والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح  
جماعة منهم ذكروا في التابعات والشواهد

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں  
جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ  
تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدہ سے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود  
ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا  
ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد  
روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں  
یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیة بن الولید، محمد بن اسحق بن  
یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد،  
امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدة القاری  
شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیفہ کی روایات بھی آتی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت  
محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (ت)

### و خامسا أقول مالى انحصر الكلام

بغير الاصول هذه قناطير مقلقة من السقام  
مروية في الاصول والاحكام ان لم تروها العلماء  
فمن جاء بها وكو منهم التزموا بيان ما هنا  
اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية المقررة  
بالبيان اللهم الا نادى الداع خاص، وقد اكثروا  
قديما وحديثا من الرواية عن الضعفاء و  
المجاهيل ولم يعد ذلك قد حافهم ولا ادركاب  
ماثم وهذا سليمان بن عبد الرحمن الدمشقى  
الحافظ شيخ البخارى ومن رجال صحيحه  
قال فيه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

**خامسا** ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات  
صرف غیر اصول و شواہد متابعات سے مختص کرنے کی مجھے کیا  
ضرورت جبکہ کمزور (غیر صحیح روایات) کا یہاں ایک ذخیرہ ہے جو  
اصول و احکام میں مردی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون  
ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام  
کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ  
بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے  
کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جائے گا اور ان میں سلفا و خلفا یہ  
معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان  
کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا  
دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی جو حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاد  
ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

اروی الناس عن الضعفاء والمجهولين  
ولوسرودت اسماء الثقات الرواة عن  
المجروحين بكثر وطال فليس منهم من  
التزم انت لا يحدث الا عن ثقة عنده  
الانزور قليل كشعبة ومالك واحمد في  
المسند ومن شاء الله تعالى واحدا  
بعد واحد ثم هذا ان كانت فف  
شيونهم خاصتنا لا من فوقهم و  
الاسواق من طريقهم ضعيف اصلا  
ولكانت مجرد وقوعهم في السند دليل  
الصحة عندهم اذا صح السند اليهم  
ولم يثبت هذا الا عند هذا الامام  
الهام يقول لا ينسب عبد الله  
لوامدات ان اقتصر على ما صح  
عند الامام ومن هذا  
المسند الا الشئ بعد الشئ  
ولكنك يا بنى تعرف طريقتي في  
الحديث افي لا اخالف ما يضعف  
الا اذا كانت في الباب شئ يدفعه  
ذكره في فتح المغيبيات واما المصنفون

عنه او اخر القسم الثاني الحسن ۱۲ من (۴)

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں  
سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ  
روایت کرنے والے ہیں اہ اگر میں ان ثقہ محدثین کے  
تمام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت  
کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا  
شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے  
روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین  
مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی  
اکاؤ کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے  
ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس  
اد پر نہیں وزن ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی  
نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں  
آجنا صحت حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے  
ساتھ سندان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک  
کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو  
فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی  
احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح  
ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا  
مگر اے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے  
آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا  
مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شئی ملے جو اسے



فاذا عدوت امثال الكتب الثلاثة للبخاري  
ومسلم والترمذي ممن التزم الصحة  
والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم  
والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في  
كل باب على كل نوع من انواع الحديث  
من دون بيان، وهذا مما لا ينكره  
الاجاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم  
لا يستعملون ذلك فقد نسبهم الى افتخام  
ما لا يبيحون وان تراعم تراعم انهم  
لا يفعلون ذلك فهم يصنعهم على خلفه  
شاهدون وهذا ابو داود الذي الين له الحديث  
كما الين لداود عليه الصلاة والسلام  
المديد، قال في رسالته الى اهل مكة شرقيها الله  
تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن  
شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده و  
ما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح  
من بعض اه والصحيح ما افاده الاعماد الحافظ  
ان لفظ صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج  
اولا لاعتبار ما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن  
فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى  
الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي في  
وهن شديد وهذا الذي يشهد به

زكره في فتح المغيث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی  
تصنیفات تو اگر آپ امثال المکتب بخاری و مسلم اور ترمذی  
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت و بیان کا التزام کر رکھا  
تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزاء  
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے  
پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور  
اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ  
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم  
آتا ہے کہ ایسا عمل کوہن جیسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور  
اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل  
اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابو داود  
کو ہی سمجھے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جس طرح  
حضرت داود علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا  
ابن مکہ شرفہما اللہ تعالیٰ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب  
(سنن ابی داود) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت  
قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض  
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں  
کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث  
دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اور صحیح وہ ہے جس کا  
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داود کے کلام میں لفظ صالح  
استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت  
پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ صالح ہے اور جو  
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

الواقع فعليك به وان قيل وقيل وقد نقل عن اعلام  
سير النبله للذهبي ان ما ضعف اساده لنقص

عنه اي قيل حسن عنده واختاره الامام المنذري  
وبه جزم ابن الصلاح في مقدمته وبعده الامام  
النووي في التقریب اي وقد لا يكون حسناً عند غيره  
كما في ابن الصلاح وقيل صحيح عنده ومثني عليه  
الامام الزيلعي في نصب الراية عند ذكر حديث القلتين  
وتبعه العلامة حلي في الغنية في فصل في  
التوافل وكذلك يقال ههنا انه قد لا يصح عند  
غيره بل ولا يحسن اما الامام ابن القيم في الفتح  
اول الكتاب وتلميذه في المحلية قيل صفة الصلاة  
فاقتصر على العجبة وهي تشبهها في قرب من  
قول من قال حسن وهذا الذي ذكره الحافظ تبعه  
فيه العلامة القسطلاني في مقدمة الارشاد و  
خاتم الحفاظ في التذييل في فروع في الحسن قال  
لكن ذكر ابن كثير انه روى عنه ما سكت عنه غيره حسن  
فان صح ذلك فلا اشكال ام اقول لقائل ان يقول  
ان الحسن اطلاق وان القدماء قل ما ذكروه و  
انما الترمذي هو الذي شهره وامره فائد مرتباً  
انه ان صح عنه ذلك لم يرد به الا هذا الذي  
استقر عليه الاصطلاح فافهم والله تعالى  
اعلم ۱۲ منه (هـ)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف  
شدید ہے نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجربہ پر بھی لازم ہے  
اگرچہ قیل کے طور پر کیا گیا ہے۔

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے  
امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ  
میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی  
یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ  
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے  
نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الراية میں قلتین والی  
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلی نے  
غنیۃ المستمل کی فصل فی التوافل میں اسی کی اتباع کی ہے  
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر  
کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام  
نے فتح القدر ابتداء سے کتاب میں ان کے شاگرد نے  
حلیۃ المحلی میں صفة الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح  
ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو  
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے  
کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور فقہ  
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے  
اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن  
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ہے کہ جس پر انہوں نے  
سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال  
باقی نہیں رہتا اور اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدامت نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس  
کا اجراء کیا، پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے  
اس سے بھی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (د)

حفظ راویہ فمثل هذا یدکت عنه ابو داود وغالباً الخ  
و معلوم ان کتاب ابی داود انما موضوعه الاحکام  
وقد قال فی رسالته انما لم اصنف کتاب السنن  
الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزهد وفضائل  
الاصحاب وغیرھا الخ وقال الشمس محمد بن الخوافی  
فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحه  
للترمذی قول السلفی علی ما لم یقع التصویر  
فیہ من مخرجھا وغیرہ بالضعف فیتقنی کما  
قال الشارح فی التکید ان ما کان فی الکتب الخمسة  
مسکوتا عنه ولم یصرح بضعفه انیکون صحیحاً و  
لیس هذا الاطلاق صحیحاً  
بل فی کتب السنن احادیث لم یشکل فیھا  
الترمذی و ابو داود ولم تجد لغيرهم فیھا کلاماً  
مع ذلك فهو ضعیف لہ وقال فی السقاة الحق  
ان فیہ "ای فی مسند الامام الحمد رضی اللہ  
تعالیٰ عنه" احادیث کثیرة ضعیفة و بعضها  
اشد فی الضعف من بعض الخ و نقل بعیدہ  
عن شیخ الاسلام الحافظ انه قال  
لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی  
ما فی الصحیحین باکثر ضعف من  
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داود

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث  
کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو  
ایسی حدیث کے بارے میں ابو داود سکوت اختیار کرتے ہیں  
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابو داود شریف کا موضوع احکام ہیں  
کیونکہ انہوں نے اپنے رسائل میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب  
احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے  
نہیں اور کس محمد بن خوافی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے  
کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی  
حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ  
کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا  
آخراً ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس  
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی  
تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ  
کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا

ابو داود نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے  
مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں  
اور مرقات میں فرمایا احمیہ ہے کہ اس میں مسند احمد رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں  
اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ  
اور تھمرا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ  
اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں) صحیحین پر جو زائد احادیث

سیر اعلام النبلاء ترجمہ ابو داود بن اشعث

مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۳/۲۱۲

۵/۱ رسالہ سنن ابی داود الفصل الثانی فی الامور التي تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

۱۰/۱۰۱ فتح المغیث شرح الیفة الحدیث للخواص القسم الثانی المسند دارالامام الطبری بیروت ۱۰/۱۰۱

۲۳/۱ سنہ مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری وسلم الذی التزمہ الخ مطبوعہ مکتبہ امداد ملتان



والترمذی علیہا وبالجملة فالسبیل واحد  
لمن اراد الاحتجاج بحديث من السنت  
لا سيما سنن ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبہ  
وعبد الوہاب مع الاصر فیہ اشد او بحديث  
من السانید لان هذه کلها لعلی شرط جامعوها  
الصحة والحسن وتلك السبیل ان المحتج  
انکان اهلا للنقل والتصحیح فلیس له ان  
یحتج بشئ من القسین حتی یحیط به وان  
لعلیکن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحیح  
او تحسین قلده والا فلا یقدم علی  
الاحتجاج فیکون کما طب لیل قلعه یحتج  
بالباطل وهو لا یشرأه وقال الامام  
عثمان الشہروردی فی علوم  
الحديث حکي ابو عبد الله بن مندة  
الحافظ انه سمع محمد بن سعد  
الباوردی بمصر یقول کانت من  
مذهب ابی عبد الرحمن النسانی  
ان ینخرج عن کل من لم یجمع  
علی ترکہ وقال ابن مندة وکذلك  
ابو داود السجستانی یاخذ ما خذه  
ویخرج الاسناد الضعیف اذا لم  
یجد فی الباب غیره لانه اقوی عنده  
من رای الرجال اھ وفيها بعیدہ ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث  
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے  
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا  
چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ  
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت  
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ  
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور  
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے  
تو اسی کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست  
ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا  
اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے  
تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ  
استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو نگریاں  
اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے  
ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہوا اور  
امام عثمان شہروردی نے علوم الحديث میں فرمایا: ابو عبد الله  
بن مندة عاقل نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد  
باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسانی کا  
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے  
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو" اور ابن مندة نے کہا  
اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے مافذ کو لیتے اور سند  
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے  
علاوہ کوئی دوسری شے مرچوڑ کیونکہ ان کے نزدیک لوگوں کی



كثيرة نرائدة على اصله وفيها الصحيح  
والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحرز  
في الحكم عليها ايضا اه نصوص العلماء في  
هذا الباب كثيرة جدا وما وردنا كاف في  
ابانة ما قصدنا وبالجملة فروايتهم الضعاف  
من دون بيان في كل باب وان لم  
يوجد الصحيح معلوم مقرر كالمورد ولا ينكر  
وانما اظننا ههنا لما شئنا خلافة من  
كلمات بعض المجلة، والمحمد لله  
على كثرة الغمة وتثبت القدم  
في الزلة فاستبان ان لو كان المراد  
ما نزع من هذا الذي نقلنا قوله لكانت  
التفرقة بين الاحكام والضعافات  
قد انعدمت والمسألة الاجماعية  
من اساسها قد انهت مت  
هذا وجهه ولذا ان تسلك مسلك  
ارحاء العنايت وتقول على وجه التحقيق  
ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل  
يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد  
سروا الضعيف ساكتين في الاحكام ايضا  
عند وجود الصحيح فاي الفرق  
وان لم يوجد فالامر اشد فان  
التجاء ملتحج الى انهم يعدون سوق الاسانييد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائد احادیث  
نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر  
حکم لگانے سے خرب احتراز و احتیاط چاہئے اور  
علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور  
جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے  
کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشانہ  
کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث  
نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اسے رد  
کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے  
یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے  
کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ  
کے لیے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دور کر دی اور پھیلنے کے  
مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر  
ان کی مراد وہی جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعافات  
کے درمیان تفریق ختم ہو گئی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم  
ہو گئی ایک تو یہ ترجیح ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے  
ہوئے علی وجہ التسلق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے  
بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مرقی ہوئی دیکھا جائیگا اس میں کوئی  
صحیح حدیث پائی جاتی ہے یا نہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آیا کہ  
انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے  
ہوئے سکو تا روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟  
اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے  
اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقی سند کو ہی بیان



من البيان اى فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام الا مقرونة؛  
قرار دیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان یکساں ہوگی تو اسکے جواب میں :

قلت اولاً هذا شئ قد يبديه بعض العلماء  
عذر امين روى الموضوعات ساكتاً عليها  
ثم هم لا يقبلون - قال الذهبي في الميزان  
كلام ابن مندة في ابن نعيم فظيع لا احب  
حكايته ولا قبل قول كل منهما في الآخر  
بل هما عندي مقبولان لا اعلم لهما ذنب  
اكرم من روايتهما الموضوعات ساكتين عنها  
اه وقد قال العرق في شرح  
القيتنة انت من ابرز اسناده  
منهم فهو ابسط لعذره اذا حال  
ناظر على المكشف عن سنده  
وانكاف لا يجوز لسكوت  
عليه اه

میں کہتا ہوں اولاً: یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابو نعیم کے بارے میں ابن منڈہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوتاً روایت کیا ہے اور انکی نشان دہی نہیں کی ابو عرقی نے شرح القیۃ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز تھا اھ

ثانياً لا يعهد منهم ايراد الاحاديث  
من اى باب كانت الامسدة فهذا  
البيان لم تنفك عند احاديث الفضائل ايضاً فهاذا  
تساهلوا في هذا دون ذلك -

ثانیاً، ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

علاء في احمد بن عبد الله ۱۲ مز (م)  
علاء نقله في التدریب نوع الموضوع قبيل التقيہات  
۱۲ مز رضی اللہ عنہ (م)

۱ احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)  
اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت  
تقیہات سے کچھ پہلے - (ت)

۱ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۵ احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱  
۲ تدریب الراوی شرح التقریب المعروف بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۶



حجت بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعیہ شرعیہ و ارشاد اقدس کیف و قد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقہ زیور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ جوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقول تاہم از انجا کہ درود ضعیف وہ بھی لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجمہ و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوز نسبت اثبات کر دیں یہاں ہے اہد ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مدافعت سے صادق یہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استواء کے وقت بعض نماز فعل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کراہت اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور ضالح اثبات نہیں ہوئی اگر دلائل شرعیہ مثبت مذہب یا اباحت ہوں اور ضعافت میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادا اُسے سنن یا معین رشوق کے علاوہ کسی رشتہ کی حرمت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعافت کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بکمال شریہ معنی میں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

**ثہر اقول** اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا و لہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دمار و فروج و مضار و خبیثات تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا علت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادہ سابقہ میں عمیق دواکی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء رحمہما نے ان بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

هذا تحقيق ما سلفنا في افادة السابقة عن المحقق السدواني، وهذا هو معنى ما نص عليه الا ما ما ابن دقيق العيد و سلطن العلماء عز الدين بن عبد السلام و تبعهما شيخ الاسلام الحافظ ونقله تلميذه السخاوي



فی فتح المغیث وفي قبول البديع والسيوطی فی التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح المنهاج النووی ، ستهم من الشافعية ، ثم اشره عن الرملی العلامة الشربلانی فی غنیة ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی الدر المنعاس و اقراء هما ومحشو الدر الحلبي والطحطاوی والشامی فیها وفي منحة الخالق خمسهم من الحنفية ، من اشتراط العمل بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام ، وهو اذا حقت لیس بتقید شرائط بل تعریح بمضمون مانصوا علیه ان العمل به فیما وراء العقائد والاحکام ، كما اوضحناه لك وبه ازداد انزهاقا بعد انزهاق ما ظن الظانان من ان الكلام فی الاعمال الثابتة بالصحاح ، کیف ولو كان كذلك لما احييت به الی هذا الاشتراط كما لا يخفى والله الهادی الی سوی الصراط .

ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے ، اور اللہ تعالیٰ سید سے راہ کی ہدایت دینے والا ہے ۔ (ت)

فتح المغیث اور القول البدیع میں ، سیوطی نے تدریب میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنهاج النووی میں اسے نقل کیا ہے یہ چھ شواہد میں سے ہیں ، پھر رملی سے علامہ شربلانی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اور محقق و مدقق العلائی نے درمنعاریں اسے نقل کیا اور اسے ان دونوں نے اور درمنعاریں کے محشین علی ، طحاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور تحفہ الخالق میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی علمی ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد و احکام کے علاوہ میں کیا جائے گا ، جیسا کہ ہم نے پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز تعبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائزہ بعض مغالطہ فریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں مانتے صد ہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا کھانا و نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہنرمیں میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ تمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی اہمیت قائم رکھنا ہر جہ اولیٰ و لکن الوہابیۃ لا یسمعون و اذا سمعوا لا یعقلون رب انی اسألك العفو و

العافیۃ امین (وہابی تو سنت ہی نہیں، سنت ہی تو سمجھتے نہیں، اسے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

**افادۃ بست و سوم** (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)  
**اقول اولاً** جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تفصیل نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر والیقۃ عراقی و شرح الیقۃ لمصنف میں تھاغیرالموضوع (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ما سوی الموضوع (موضوع کے سوا ہو۔ ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع (موضوع نہ ہو۔ ت) علیہ میں الذی لیس بموضوع (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجماعاً نقل فرمایا کہ ما لم یکن موضوعاً (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی امام ابن عبد البر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یہ وہ دن تھا عن کل (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی شرح مواہب میں ہے عادیۃ المحدثین التساهل فی غیر الاحکام والعقائد ما لم یکن موضوعاً (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہوں یونہی علامہ علی سیرۃ الانسان العیون میں فرماتے ہیں،

علہ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
تحت حدیث مناغاة القمر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)  
انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک بانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)  
علہ نقل هذا ما سیاق عن عیون الاثر بعض  
الاثربین ۱۲ منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (م)  
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں  
اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی  
ان کو بدنس معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ فتح القدیر باب الامامة  
لہ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفة المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ طمان ص ۲۹  
لہ مقدمہ سید شریف  
لہ علیہ المحلی شرح منیۃ المصلی  
لہ اذکار المنقخبہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۷  
لہ کتاب العلم لابن عبد البر  
لہ شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۴۲/۱

لا يخفى ان السير تجميع الصحيح والسقيم و  
الضعيف والبلاغ والمرسل والمنقطع و  
المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد  
وغیره من الائمة اذا سويينا في الحلال و  
الحرام شدونا واذا رويانا في الفضائل  
ونحوها تساهلنا.

واضح رہے کہ اصحاب سیر برہم کی روایات جمع کرتے  
ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع  
اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔  
امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و  
حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت  
کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات  
لاستے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف  
بعض راویوں کے سوائے حفظ یا تالیف کی وجہ سے  
ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے  
پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتہام کذب  
کی وجہ سے ہو یا حفظ و ضبط راوی کی مخالفت کسی  
جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو  
تو اب تعدد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور  
حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں  
ہے الخ (ت)

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بحجت سوائے حفظ بعض روایہ  
یا اختلا یا تالیف بود با وجود صدق و دیانت منجر میگرد  
بتعدد طرق و اگر از جهت اتہام کذب راوی باشد یا  
شدوذ بخالفت احفظ و ضبط یا بقوت ضعف مثل  
فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشته باشد منجر نگردد و  
حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول الخ

ثانیاً کلمی کا نہایت شدید الضعف ہونا کے نہیں معلوم اس کے بعد صریح کذاب و شاع ہی کا درجہ ہے  
انہر شان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب بلکہ کیا کذبہ ابن حبان و الجوزجانی وقال البخاری توکہ یحیی  
و ابن مہدی وقال الدارقطنی و جماعة متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری  
کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لا حیرم  
حافظ نے تقریب میں فرمایا متہم بالکذب و رمی بالرفض (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

۱/۳ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ ابابانی مصر

۱۳ ص شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ

۲۹۸ ص تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ گجرانوالا



طرف فسرپ کیا گیا ہے۔ ت، با اینہم عامۃ کتب سیر و تفا سیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انھیں بلا تکثیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین  
وشعبة وجماعة ورضوه فی التفسیر واما  
فی الحدیث فعندہ مناکیر  
ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک عجمی  
نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے  
جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق  
روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں،

غالب ما یروی عن الکلبی انساب و اخبار من  
احوال الناس وایام العرب و سیرہم و ما  
یحجر مجری ذلک مما سمع کثیر من الناس  
فی حملہ عن لای حمل عنہ الا حکام و مسمن  
حک عنہ الترخیص فی ذلک الا ما ما احمد  
کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں  
کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر  
معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں  
سے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور  
جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے  
وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

مثلاً (امام واقفی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقفی کو جمہور اہل اثر نے چنیں و چناں کہا  
جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لا جرم تقریب میں کہا، حدودك مع سعة علمك (علمی وسعت  
کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی رائج ہے کما افادہ الامام المحقق  
فی فتح القدیر (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) با اینہم یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ  
الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعة  
جہاں انہوں نے باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء  
میں واقفی سے نقل کیا کہ بضاعة (باقی بر صغیر آئندہ)

۱۔ میزان الاعتدال نمبر ۵۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۲  
۲۔ عیون الاثر ذکر الاجوبہ عمارمی بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۳/۱  
۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقف الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گورنر انوالا ص ۱۱۲-۱۱۳  
۴۔ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نور بدھویہ سکھر ۶۹/۱

بھی انہیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالاً یخفی علی من طالع کتب القوم (بسیا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے،  
 کان الی حفظہ المذہب فی الاخبار والسیر و  
 المغازی والحوادث وایام الناس والفقه  
 وغیر ذلک۔  
 اور حافظ ہیں۔ (ت)

**رابعاً** ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا دوی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل  
 کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعقب مذکورہ درج موضوعات کیا اس  
 پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ وہم ویا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے  
 باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ  
 ہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متم بالوضع و وضاع ہی  
 کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعیف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقاً للنساء الی البساتین و هذا تقوم به الحجة  
 عندنا واثقنا المواقف اما عند المخالف  
 فلا لتضعیفه ایہ اھ وقال فی فصل فی القصار  
 قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی  
 اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ و  
 من وثقہ ورجح توثیقہ و ذکر الاجوبۃ  
 عما قبل فیہ اھ ۱۲ منہ (م)  
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ  
 کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جانا تھا ہمارے نزدیک  
 حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقعہ کی  
 توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں  
 کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور  
 "فصل فی القصار" میں کہا کہ امام۔ کہ بارے میں پہلے سے  
 شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی والسیر  
 میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی  
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دوبارہ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی و گوارائی ہے و لہذا الحجۃ السامیہ ۔

**خاصاً اور نیٹے** وضو کے بعد اِتا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے ، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا ، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا ، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضافت پر عمل روا ہے ۔ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں ،

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین الشہید بن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ من هذه الجملة فاجاب بما نصده الاحادیث التي ذكرها الشيخ ابواللیث ففعل الله تعالى ببركته ضعیفة والعلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعیف والعمل به في فضائل الاعمال ولم يثبت منها شئ عن النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم لا من قوله ولا من فعله اه

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث "اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا (ت)۔

**ساد سنایہ حدیث** کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا ، حضور کو بہلاتا ، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جھک جاتا کہ یہی حق نے دلائل النبوة ، امام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المائتین ، خطیب نے تاریخ بغداد ، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے ، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا : احادیث باطلہ تدلہ علی کذبہ ( اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں ۔ ت) ابابو اس کے امام صابونی نے فرمایا ، ہذا حدیث غریب الاسناد

رحمۃ المحلی شرح نیتہ المصلی

میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۴ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۱



والمتنزهون والمعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے) ان کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیک الابيض صدیق صدیق وعد وعد واللہ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببيتہ معہ فی البیت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابو بکر برقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیندب لنا فعل ذلك تأسیاً بحدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتداء سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجے بکثرت لیجے و هذا الاخیو قد بلغ الغایة وفيما ذکرنا کفایة لاهل الدراية (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث ودلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملة یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر عاقلہ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے فقہ تلمیذہ المناوی وقال سمعته مراراً یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد میں عاقلہ ہے نقل مختلف آئی، شامی نے قرأنا لمطہای نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

عہ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (م) (شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)

۱۔ المواہب اللدنیہ بخوار کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد المتین، المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۴/۱

۲۔ کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابيض دار الفکر بیروت ۴/۳

۳۔ تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

۴۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

یہاں کافی زیادتی تو مسیح کا پتہ دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علما حدیث کذا بین و متہین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جہور و علما و خود امام انشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ ابعاد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں کہ تعقیب ابہامین کی حدیثیں ہرگز ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف القطاع یا جہالت راوی سے ظن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید و الحمد للہ العلیٰ المجیدؑ (اسے یاد رکھو۔ ت)

اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمام مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحاوی سے اور انہوں نے ابن حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق

و رأیتنی کتبت ہفتا علی ہامش فتح المغیث،  
کلاماً یعلق بالمقام اجبت ایرادہ اتسماً  
للمرام، فذکرت ادکاماً عن الشامی عن الطحاوی  
عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلما، ثم  
اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ  
ثم قلت ما نصہ۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات عسلاً  
قوی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود  
شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف  
کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں  
میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ  
یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور  
پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی  
(کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ  
کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں  
تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن  
جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں  
وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

اقول و ہذا کماتری مخالفت لاطلاق  
ما مر عن التووی عن العلما، قاطبة، و لتحدید  
ما مر عن الطحاوی عن شیخ الاسلام  
نفسہ لکن یظہر لدفع المتخالف عن  
کلامی شیخ الاسلام بانہ ہفتا ذکر المفرد  
وفیما سبق قال لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون  
الحاصل ان شدید الضعف بغير الکذب  
و التهمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین المفرد،  
اما اذا کثرت طرقہ فہی یبلغہ درجۃ یسیر  
الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف  
شدید الضعف بالکذب و التهمة فانہ  
وان کثرت طرقہ التی لا تقوہ بان لا یخلو

شئ منها عن كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به في الفضائل، وهذا هو الذي يعطيه كلام السخاوي فيما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقاً ولو بغیر كذب في باب الفضائل موقوفاً على كثرة الطرق، لكنه يخالفه في خصلة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق في الضعف بالكذب ايضاً كما تقدم، وهو كما ترى مخالف لصريح ما نقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فله يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعاً لنقل الامام النووي عنهم كافة، فانهم لم يشترطوا للقبول في الفضائل في شديد الضعف كثرة الطرق ولا غيره اسوي ان لا يكون موضوعاً، فصريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلاً وان تفرد ولم يكثر طريقه، فافهم، وتأمل، فان المقام مقام خفاء وذل، والله المستول لكشف الحجاب، وابانة الصواب اليس المرجع واليه البأب اه، ما اردت نقله مما حلقته على الها مش.

آجائگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تمسک کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو ہمیشہ اکثریت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متهم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ اڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحت خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علمائے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں بتائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے

کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے ماسخیر میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

اگر اعتراض کے طور پر فرمادے کہ امام شیخ الاسلام

فان قلت هذا قيد تراشد افاده



امام فلیحمل اطلاقاتهم علیه دفعاً  
للتخالف بین النقلین قلت نعم  
لولا ان ما ذکرنا من الدلیل علیہ  
لا یلائم سر بیان التخصیص الیہ ، و کیف  
نصرہ ، بما نشاهدہم یفعلون یرون شدة  
الضعف ثم یقبلون ، وبالجملة فالاطلاق هو  
الوافق بالدلیل والالتصق بقواعد الشرح الجلیل  
فنودان یكون علیہ التعلیل والعلم بالحق  
عند الملک البعلیل .

شرح تبیل کے زیادہ مناسب ہے ، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے  
ہاں ہے ۔ (ت)

### فائدة جلیلة (فائدة جلیلة)

فی احکام انواع الضعیف والخبار ضعیفہا ، هذا  
الذی اشرت الیہ من کلام السخاوی السار المقدم  
هو قوله مع متنه فی بیان الحسن ، ان  
یکن ضعف الحدیث کذب او شذوذ یا من  
خالف من هو احفظ او اکثر او قوی الضعف بغيرهما  
فلم یجب ولو کثرت طرقہ لکن بکثرة طرقہ یرتقی  
عن مرتبة المردود النکالی مرتبة الضعیف  
الذی یجوز العمل به فی الفضائل و ربما  
تکون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطریق  
التي فیها ضعف یسیر بحیث لو فرض مجسئ  
ذلك الحدیث باسناد فیہ ضعف یسیر کان مرتقیا  
بها الی مرتبة الحسن لغيره مخلصا .

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاق  
کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں  
اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں  
اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام  
کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام  
ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کر سقہ پر  
عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ  
(شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق)  
کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد  
شرعیہ کے زیادہ مناسب ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے

### فائدة جلیلة (ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور)

ان کی کو پورا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام  
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمع تن ، حدیث حسن کے  
بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ  
یعنی وہ حدیث اخف راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے  
خلاف ہو ، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب  
اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو ،  
یہ ضعف کثرت طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا ، لیکن  
کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی  
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے  
فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی  
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعیف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، ملخصاً۔ (ت)

ورائتني عقلت عليه ههنا ما نصه  
اقول حاصل ما تقررو وتحرر ههنا مع  
زيادات نفيسة منا ان الموضوع لا يصلح  
لشي اصل ولا يلتزم جرحه ابد اولو كثرت  
طرقه ما كثرت، فان زيادة الشر لا يزيد  
الشي الا شرا، وايضا الموضوع كالمعدوم و  
المعدوم لا يقوى ولا يتقوى، ومنه عند جمع  
منهم شيخ الاسلام ما جاء برواية الكذابين  
وعند آخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتي من  
طريق المتهمين، وسواءهما السخاوي  
بشديد الضعف الا في لذهابه الى ان الوضع  
لا يثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به  
كذاب او وضاع كما نص عليه في هذا الكتاب،  
وهو عندى مذهب قوى اقرب الى الصواب .  
اما الضعف بغير الكذب والتهمة من ضعف  
شديد مخرج له عن خيزر الاعتبار كفضح  
غلط الراوى فهذا يعمل به في الفضائل على  
ما يعطيه كلام عامة العلماء وهو لا تعد  
بقضية الدليل والقواعد، لا عند شيخ  
الاسلام على احدى الروايات عنه ومن  
تبعه كالسخاوي الا اذا كثرت طرقه الساقطة  
عن درجة الاعتبار فحين يكون مجموعها  
كطريق واحد صالح له فيعمل بها في الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام  
پر ماثیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول ہماری زائد اباحت  
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا  
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے  
اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا  
کیونکہ شرکی زیادتی سے شرمزید بڑھتا ہے، نیز موضوع  
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی  
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم  
وہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام  
بھی ہیں نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ  
روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے  
”خاتم الحفاظ“ بھی ہیں نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“  
وہ ہے جس کو متہم یا کذاب روایت کریں۔ امام سخاوی  
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شدید الضعف“  
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے،  
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرآن ہی  
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا  
وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی  
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی  
مرفعت قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذاب اور  
تمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر  
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی  
کی انتہائی غش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك  
درجة الحسن لغيره الا اذا انجبرت مع ذلك  
بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع  
ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين  
ماضدين فح ترقى الى الحسن لغير فتصير  
حجة في الاحكام ، اما مطلقا على ما هو ظاهر  
كلام المصنف اعني العراقي او بشرط تعدد  
الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق  
القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد  
حد الكثرة في الصوالح على ما فهمد السخاوي  
من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ  
الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخ  
الاسلام في نهضة والنخبة المكفيتين

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے  
اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے ۔ مگر  
شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی  
کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں  
معتبر نہیں ہے تاؤ قیقا اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں  
اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ  
صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل  
قرار دیتے ہیں ، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو  
احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ  
درجہ حسن لغیرہ کو پاسکتی ہے ۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے  
ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریقہ سے اس کی کمزوری اُل  
ہو جائے تو اور بات ہے ، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور  
ایک صالح طریقہ کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

عہہ حيث قال متى توبه لبي الحفظ بمعتبر  
كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط  
الذي لا يتميز والمستور والاسناد المثل كذا المثل  
لم يعرف المحذوف منه صار حديثا حسنا لانه  
بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لانه كل واحد منهم  
ممن ذكر من السئ الحفظ والمختلط (الخ) باحتمال  
كون روايته صوابا او غير صواب على حد سواء  
فاذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة  
لاحدهم مرجح احد الجانبين من الاحتمالين  
المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

ان کے الفاظ یہ ہیں ، جب راوی سوہ حفظ کا متابع معتبر  
راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے  
کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا ، مستور  
اسناد مرسل اور اسی طرح اس جبکہ محذوف نہ کو نہ پہچانتا ہو تو ان  
کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لہذا یہ نہیں بلکہ باعتبار  
المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوہ حفظ  
اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس  
کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح ، پس جب معتبر راویوں میں  
کسی ایک کو اتنی روایت آجائے تو مذکورہ دونوں  
احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور  
(باقی اگلے صفحہ پر)



بوحدة الجابر مع جواز انتكون الكثرة في كلام  
النووي بمعنى مطلق التعدد ، وهو الادنى بما  
سأيتنا من صنيعهم في غير مقام والضعيف  
بالضعف ليسير اعني ما لم ينزل له عن محل الاعتبار  
يعمل به في الفضائل وحده ، وان لم ينجب  
فان انجب ولو بواحد صا حسنا لغيره ، و  
احتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا لك  
في الجابر ، فلهذه هي انواع الضعيف ، اما  
الذي لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا  
القصور في ضبط الراوى غير بالغ الى درجة الغفلة  
فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

(بقية حاشية صفحہ گزشتہ)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول و  
الله اعلم اھ وانظر كيف اجتزى في المتن بتوحيد  
معتبر وفي الشرح بافراد رواية وحكم بالاسراء  
الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول  
في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا لا اعتبار  
بالردود مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع  
ويظهر ان الوجه معهما اعني العراقي و  
شيخ الاسلام لما بين في المنزهة من  
الدليل لهما منقولاً مما علقته على فتح  
المغيث ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ص)

عديثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث  
بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ  
کو پہنچ کر احکام میں جت بن جاتی ہے ، اب یہ اختلاف  
اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ  
مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ  
بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے  
ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق ، جو ایک صالح طریق  
کے مساوی ہیں ، بل کہ کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ  
امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں  
لفظ کثرت استعمال ہوا ہے ، باوجودیکہ ہمارا اس میں  
اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے  
درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اھوالہ علم ، ذرا غور کرو  
متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شریح میں کئی افراد کے  
ساتھ موافقت روا پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ  
دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد  
ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار و  
الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع  
مقبول ہے ، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت  
نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی ائمہ  
شیخ الاسلام کے ساتھ ہے ، اس بنا پر جو نزہتہ میں  
ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغيث پر  
میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

الاحکام ، و هذا اذا كان معه مثله ولو واحد  
صار صحيحا لغيره او دونه مسايله فلا  
بكثره انتهى ما كتبت بتلخيص -

جوانحوں نے "الفرجۃ" اور "النہیۃ" میں کیا ہے  
دونوں کتابوں میں ایک جابر (مکذوری کو زائل کرنے والا  
امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ

سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت مطلق ، تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے  
جیسا کہ ہم نے متعہ و جگہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط  
نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے  
تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے مکذوری کو زائل کرنے والے  
امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی مکذوری کے  
اور کوئی مکذوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ مکذوری عقلیت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ  
"حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک بھی مل جائے  
تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی  
تا وقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری نگہی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوح پر دست کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و  
بالحمد والتوفیق وله الحمد الحمد لله القادر القوی علما ما علمه وصلی اللہ تعالیٰ علی ناصر الضعیف و  
آلہ وسلم قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفو کے  
مقدار تھا اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثناستے تبلیض میں  
بارگاہ مغیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکھرا اللہ تعالیٰ نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں  
تک آٹھ افادات نافذ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القاجروں نے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق اٹھا ہوئے، امید کی جاتی  
ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیلہ و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادہ اس مسئلہ  
خاص میں جدا رسالہ قرار دیے جائیں اور علما و تاریخ الثہاد الکاف فی حکم الضعاف (ضعیف  
حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں و باللہ التوفیق وله المنۃ علی ما شارق من نعم تحقیق  
ما کنا لعشر معشار عشرہا نلیق والصلاۃ والسلام علی الحبیب الکریم و آلہ وصحبہ ہدایۃ

عہ منقرض علی باللام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شایع و ذائع ہے یوم التلاق یوم التناد البکیر المتعال الی غیر ذلک  
امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (۲)